OPEN ACCESS
AL-AMIN
ISSN(Print): 2790-6507, (Online): 2790-6515
https://alamin.tuf.edu.pk/

اصول تشکیل معاشرہ میں امام غزالیؒ کے افکار کا جائزہ

An Analysis of Al-Ghazali's Thoughts Regarding the Principles of Society Formation

Sumeira Kousar
PhD Scholar
Govt College University, Faisalabad

Mubashir Hasnain
M.Phil Qualified
The University of Faisalabad

ABSTRACT

Al-Ghazali, an eminent figure in Islamic philosophy, expressed profound understandings regarding the fundamental principles that govern the establishment and operation of societies. This abstract delves into an analysis of Al-Ghazali›s seminal thoughts concerning the foundational principles of societal formation, as expounded in his philosophical and theological works. Central to Al-Ghazali›s perspective on society formation is his emphasis on the primacy of ethical and moral considerations. Through his theological treatises and philosophical discourses, Al-Ghazali underscored the indispensability of virtuous conduct and righteousness in fostering harmonious social relations. He posited that a just and equitable society could only emerge from individuals› adherence to ethical principles and their cultivation of virtues such as compassion, justice, and humility.

Al-Ghazali elucidated the role of religion and divine guidance in shaping societal norms and structures. Drawing upon Islamic teachings, he advocated for the integration of religious values into the fabric of social institutions, contending that adherence to religious precepts fosters societal cohesion and collective welfare. In addition to moral considerations, Al-Ghazali addressed the importance of governance and law in societal formation. He articulated principles of governance rooted in justice, consultation, and accountability, emphasizing the need for rulers to govern with wisdom and benevolence. This analysis of Al-Ghazali›s thoughts on societal formation sheds light on timeless principles that remain relevant in contemporary discussions on governance, ethics, and social cohesion.

Keywords: Al-Ghazali, society formation, ethical, religious values, governance, justice.

بہتر زندگی گزارنے کے لیے معاشرے کے تصور کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ حقیقت میں وہ معاشرہ جسے لوگ جانتے ہیں لوگوں کا ایک منظم گروہ ہے۔ کچھ چیزوں کو معاشرے کے عناصر کہاجاتا ہے۔ یہ عناصر مناسب طور پر مل کر ایک اچھا معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ یہ عناصر علاقہ، آبادی، حکومت اور اقتدارِ اعلیٰ ہیں۔ مختلف مشہور علماء اور سماجی مفکروں نے تعریف بیان کی ہے اور اس بنیاد پر تجاویزدی ہیں جس سے ایک اچھا معاشرہ تخلیق کیا جا سکتا ہے جو شہریوں کی ترقی کے لیے مفید ہے۔ اُن ممتاز علماء میں الغزالی ایک مشہور شخصیت ہیں جن کے معاشرتی اور سیاسی افکار بہتر نتائج کے لیے قابلِ قدر ہیں۔ آرٹیکل تصور کے بارے میں میں تحقیقی تجزیہ پر مرکوز ہے۔

عظیم مسلم مفکر امام غزالیؒ نے معاشرے کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات اور اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کو لازمی قرار دیا ہے۔ (1)

نماز:

نماز دین کا ستون ،یقین کا ثمرہ، عبادات کی اصل اور اطاعات میں بہترین اطاعت ہے۔

مَن ترک صلاۃ متعمدا فقد کفر۔

(جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کفر کے نزدیک پہنچ گیا کیونکہ وہ نماز چھوڑ بیٹھا، حالانکہ نماز ہی دین کا ستون اور یقین کی بنیاد ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص شہر کے قریب پہنچ کر یہ کہنے لگے کہ میں شہر میں داخل ہو گیا۔ حالانکہ وہ شہر میں داخل نہیں ہوا مگر داخل ہونے کے قریب ہے۔

امام غزالیؒ انسان کو ہوش کے ناخن دلاتے ہیں اور غوروفکر کی دعوت دیتے ہیں کہ اے برادر یہ بات معلوم کر کہ نماز اسلام کا ستون دین کی بنیاد اور تمام عبادتوں کی سردار و پیشوا ہے۔ (2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اچھی طرح طہارت کے بعد نماز پڑھے۔ وہ مکمل رکوع و سجود کرتا ہے اور دل سے عاجزی کرتا ہے۔ اس کی دعا سفید اور روشن شکل میں عرش پر جاتی ہے اور نمازی سے کہتی ہے کہ جس طرح تم نے میری حفاظت کی ہے اسی طرح خدا بھی تمہاری حفاظت کرے۔ اور جو شخص وقت پر نماز نہیں پڑھتا اور اچھی طرح وضو نہیں کرتا، رکوع و سجود میں مکمل عاجزی نہیں اختیار کرتا تو یہ نماز سیاہ ہو جاتی ہے اور آسمان کی طرف چلی جاتی ہے اور نماز پڑھنے والے سے کہتی ہے، جیسے تو نے مجھے ضائع کیا اور بگاڑ دیا۔ خدا آپ بھی ہاریں اور خراب کریں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے، پھر دعا یہی کہتی رہتی ہے، پھر اس کی نماز کو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے چہرے پر مارتے ہیں، اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب چوروں میں بدترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرنا۔

نماز دین کا ستون ہے اور تمام برائیوں کو دور کرنے کا ذریعہ بھی۔ جب انسان دن میں پانچ بار اللہ کے حضور سجدہ کرتا ہے تو تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (3)

زکوٰۃ:

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اسلام کا بنیادی رکن قرار دیا ہے۔ اس کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ قرآن کریم میں نماز کے ساتھ متعدد مواقع پر اس کا ذکر آیا ہے۔

الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔(4)

(جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں عبرتناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔)

اس آیت میں انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے یہ مراد ہے کہ مال کا حق یعنی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (1)
زکوٰۃ ارکان مسلمانی ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پانچ اصولوں پر اسلام کی بنیاد ہے۔
کلمہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہؐ۔ اور نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج شریف پر ہے کہ وہ لوگ سونا چاندی اپنی ملک میں رکھیں اور زکوٰۃ نہ دیں ان میں سے ہر ایک کے منہ پر ایسا داغ دیں گے کہ پیٹھ کے پار نکل جائے گا اور پیٹھ پر داغ دیں گے جو سینے کے پار ہو جائے گا اور جو شخص چار پائے ملک میں رکھے اور ان کی زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن ان چارپایوں کو اس پر مسلط کریں گے کہ سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گے اور پاؤں سے روندیں گے جب ایک بار آگے پیچھے سب اس پر سے گزر جائیں گے تو آگے والے پھر اسے روندنا شروع کر دیں گے پھر اسی طرح سب اس پر سے گزریں گے۔ یہ عمل جاری رہے گا یہاں تک کہ سب کا حساب ہو جائے۔ چار پائے پھر پھر کر اسے پامال کرتے رہیں گے لہٰذا مالداروں پر زکوٰۃ کا علم فرض ہے۔

حج: حج اسلام کا بنیادی رکن ہے، یہ زندگی کی عبادت ہے، اس عبادت سے اسلام مکمل اور دین کامل ہوتا ہے۔یہ عبادت کتنی عظیم ہے کہ یہ نہ ہو تو دین کامل نہیں ہوتا اس عبادت سے اعراض کرنے والا گمراہی میں یہودو نصاریٰ کے برابر ہے۔ (5)
امام غزالیؒ کے نزدیک زکوٰۃ کی اقسام اور شرائط کا بیان:

پانچ قسم کی زکوٰۃ فرض ہے:(6)

پہلی قسم: چار پایوں کی زکوٰۃ۔ وہ چار پائے اونٹ، گائے، بھینس ہیں۔ گھوڑے اور گدھے وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔

دوسری قسم: غلّہ وغیرہ کی زکوٰۃ ہے۔
تیسری قسم: زکوٰۃ سونے اور چاندی کی ہے۔ سال کے آخر میں چاندی کے ۲۰۰ درہم میں سے پانچ درہم واجب ہیں۔ اور خالص سونے کے بیس دینار میں نصف دینا واجب ہوگا اور یہ وہ ایک کی چوتھائی ہے۔

چوتھی قسم: مال تجارت کی زکوٰۃ ہے جب بیس دینار کے قدر ایک چیز تجارت کی نیت سے مول لے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو وہی بیس دینار کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور سال بھر میں جو نفع ہو وہ بھی حساب میں شامل کیا جائے گا۔

پانچویں قسم: زکوٰۃ الفطر وہ ہے جو ایک مسلمان رمضان المبارک کی رات میں عید الفطر کی رات میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طاقت سے ادا کر سکتا ہے جو عید الفطر کے دن استعمال ہوتا تھا اور کپڑے گھر کا اور کیا ضروری ہے، اس کے اوپر وہ جنس کا دانہ جو وہ روزانہ کھاتا ہے۔ یہ ایک صاع کھاتا ہے (شاہجہان آبادی اور انگریزی سیر میں دو سو چوراسی تولہ کا ایک صاع ساڑھے تین صاع ہے) غلہ دینا واجب ہے اور اگر گیہوں کھاؤ تو آدھا صاع تین صاع ہے، جو نہ ہو۔ دے دینا۔ (7)

زکوٰۃ کے اسرار:

جس طرح نماز کی ایک صورت ہے اور حقیقت ہے اور وہ حقیقت صورت کی روح ہے اسی طرح زکوٰۃ کی بھی ایک صورت اور ایک روح ہے

جو کوئی زکوٰۃ کی روح کو نہ پہنچے گا اس کی زکوٰۃ صورت بے روح ہے۔

امام غزالیؒ کے نزدیک زکوٰۃ میں تین راز ہیں:

پہلا راز:

کہ بندوں کو خدا کی محبت کا حکم ہے اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو خدا کے ساتھ محبت کا دعوی نہ کرتا ہو بلکہ مسلمان اس بات کے مامور ہیں کہ کسی چیز کو بھی خدا تعالیٰ سے زیادہ دوست اور عزیز نہ رکھیں۔

دوسرا راز:

بخل کی نجاست سے دل پاک کرنا ہے کہ بخل دل میں نجاست کی طرح ہے جس طرح نجاست ظاہری بدن کو نماز کے قابل نہیں رکھتی ۔ نجاست بخل دل کو جناب احدیت کے قرب کے لائق نہیں رہنے دیتی اور بے مال خرچ کیلئے دل بخل کی نجاست سے پاک نہیں ہوتا اسی وجہ سے زکوٰۃ بخل کی ناپاکی کو دل سے دور کرتی ہے اور زکوٰۃ اس پانی کی مانند ہے جس سے نجاست صاف ہو ۔ اسی وجہ سے زکوٰۃ و صدقہ مال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اہل بیت پر حرام ہے کیونکہ ان کے منصب و مرتبہ پاکیزہ کو لوگوں کے میل سے بچانا چاہیے۔ (8)

تیسرا راز:

شکر نعمت ہے کیونکہ مال دنیا اور آخرت میں مسلمان کے لیے راحت کا سبب ہیں تو جس طرح نماز ، روزہ ، حج نعمت بدن کاشکر ہے اسی طرح زکوٰۃ مال کا شکر ہے تاکہ جب آدمی اپنے آپ کو مال کی بدولت بے پرواہ دیکھے اور دوسرے مسلمان بھائی کو جو اس کی مانند ہے ۔ درماندہ اور عاجز پائے تو اپنے دل میں کہے کہ یہ بھی تو میری طرح خدا کا بندہ ہے ، خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس سے بے پرواہ کیا اور اسے میرا محتاج کیا تو میں اس کے ساتھ مہربان و مدارت کروں مبادا یہ میری آزمائش ہو اور اگر خاطر مدارت میں کوتاہی کروں تو ایسا نہ ہو کہ خدا مجھے اس جیسا اور اسے میرے جیسا کردے تو آدمی کو چاہیے کہ زکوٰۃ کے یہ اسرار جانے تاکہ اس کی عبادت صورت بے معنی نہ رہے۔ (9)

روزہ:

روزہ اسلام کے ستونوں میں سے ایک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں دس سے سات سو تک نیکیوں کا بدلہ دیتا ہوں۔ لیکن روزہ میرے لیے خاص ہے، اس لیے میں خود اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ اور فرمایا

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (10)

(سوائے اس کے نہیں کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر و ثواب دیا جائے گا۔)

لہٰذا روزے دار کو اس کی جزا وافر اور بے حساب دی جائے گی جو کسی گمان اور پیمانے کے تحت نہیں ہو گی اور مناسب یہی ہے کہ ایسا ہی ہو کیونکہ روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ (11)

روزہ ایک بدنی عبادت ہے اس میں انسان کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے خالص اللہ کے لیے اور اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ نے بے حدو بے حساب رکھا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ (12)

"الصَّومُ لِیْ وَاَنَا آجزِی بہ۔ (13)

(روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔)

اگرچہ تمام عادات ایک ہی خدا کے لیے ہیں لیکن یہ تخصیص بیت اللہ شریف کو اپنا گھر بنانے کے مترادف ہے یا ساری دنیا اسی کی ہے اور روزہ یہ دو خصلتیں ہیں جن کی وجہ سے جناب صمدیت ان کی طرف منسوب ہونے کے لائق ہوئے۔ ایک یہ کہ اس کی حقیقت شہوت کا ترک ہے اور یہ ایک باطنی معاملہ ہے جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے، منافقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا یہ کہ ابلیس خدا تعالیٰ کا دشمن ہے اور ہوس ابلیس کا لشکر ہے اور روزہ اس کے لشکر کو شکست دیتا ہے۔ کیونکہ روزے کی حقیقت شہوت کو ترک کرنا ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے اندر اس طرح حرکت کرتا ہے جیسے جسم میں خون بہتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے:

الصوم جنة۔

(روزہ ڈھال ہے۔)

سخاوت کی تلقین:

امام غزالیؒ نے سخاوت کو معاشرہ کے استحکام کے لیے ضروری قرار دیا ہے ۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ:

جس شخص کے پاس مال نہ ہو اس کو قناعت اختیار کرنا اور حرص سے بچنا چاہیے اور اگر تو انگر اور مالدار ہو تو سخاوت اختیار کرے اور بخل سے بچے۔ (14)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے، ایک سخی اور دوسرا نیک اور دو ایسے ہیں جن کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔ ایک بخل دوسری بد خوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ :

سخی کی تقصیر معاف کر دو کہ جب وہ تنگ دست ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی دستگیری فرماتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سخاوت جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں، سخی آدمی ان میں سے ایک شاخ پکڑے گا اور اس کے ذریعے جنت میں جائے گا اور بخیل آدمی جنت میں جائے گا۔ جہنم کی آگ میں داخل ہونا۔ دنیا میں ایک درخت ہے جس کی شاخیں لٹکی ہوئی ہیں، جو شخص بخل کرتا ہے وہ اس کی ایک شاخ پکڑ لے گا اور وہ اسے جہنم میں لے جائے گا۔
سخاوت کے فوائد وثمرات کے دیکھتے ہوئے سخاوت کی اچھی عادت کو اپنانا چاہیے تاکہ معاشرہ کے جو لوگ غریب ہیں وہ مالی امداد کے ذریعے اپنا معاشی مقام بہتر کر سکیں اور بہتر زندگی بسر کر سکیں۔

بخل کی مذمت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (15)

(اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب رہا۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّـهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (16)

(اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے تو اسے اپنے حق میں اچھا نہ سمجھو بلکہ یہ ان کے لیے برا ہے۔)

امام غزالیؒ نے معاشرے کو مستحکم کرنے لیے بخل جیسی لعنت سے بچنے کا حکم دیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص خود کو سخی خیال کرتا ہو لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ دوسرے لوگ اس کو بخیل خیال کرتے ہوں اس لیے اس بخل کی حقیقت کو سمجھنا اور پہنچانا ضروری ہے تاکہ لوگ اس بڑے اور عظیم مرض کو سمجھ سکیں۔ (17)

بخل ایک بہت بُرا مرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ۔ (18)

(اگر تمھارے مال تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بخل کروگے اور وہ بخل تمھارے دلوں کے میل میں ظاہر کردے گا۔)

پس درحقیقت کنجوس وہ ہے جو (وقت پر) وہ نہ دے جو دینے کے لائق ہو۔ اللہ نے دولت کو حکمت کے لیے پیدا کیا۔ جب حکمت الٰہی کا مقصد دینا ہے تو نہ دینا بخل ہے۔ یہ نشانی ہے اور دینے کے لائق وہی ہے جس کو دینے کا شریعت یا مروت نے حکم دیا ہو۔ شرعی واجبات معلوم اور قطعی ہیں، لیکن مروت کے فرائض اور مروت کے تقاضے لوگوں کے حالات، تقدیر اور بخل کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ وہ ایسے ہیں کہ تونگر کے ساتھ عادتاً برے ہیں لیکن وہی نیکیاں پسند ہیں اگر نادر اور درویش کے ساتھ کی جائیں۔

امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ غریبوں، محتاجوں، ضرورت مندوں کو ضرورت پوری کرنا چاہیے تاکہ معاشرے کے سب لوگ خوشحال ہوں اور کوئی غریب لوگ احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ (19)

ریاکاری سے اجتناب:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں :

"قدوس کی بندگی اور اطاعت میں ریا کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور شرک کے قریب ہے ۔ عبادت کرنے والوں کے دلوں پر اس سے زیادہ کوئی اور بیماری غلبہ پانے والی نہیں ہے(عابدوں کا دل بہت جلد اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے)کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ عبادت وہ کریں لوگ اس سے واقف ہو جائیں اور ان کو پارسا اور زاہد سمجھیں اور جب عبادت کا مقصود خلائق بن جائے تو وہ عبادت نہیں رہی بلکہ خلق پرستی ہو گئی ، اسی طرح اگر خالق کی عبادت کے ساتھ مخلوق کی خوشنودی بھی مقصود بن جائے تو یہ شرک ہے گویا خداوند کریم کی عبادت میں دوسرے کو شریک بنا لیا۔"(20)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔ (21)

(بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔)

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے ، ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

قُلْ هُوَ اللَّـهُ أَحَدٌ اللَّـهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ (22)

(کہہ دو کہ اللہ اکیلا ہے ۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس کو کسی نے پیدا کیا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقآ ءَ ربّہ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلاَ لَیُشْرِکْ لِعَبَادَةِ رَبِہِ آحَدْ۔ (23)

(جو شخص خداوند تعالیٰ کے دیدار کا آرزو مند ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَوَیْلٌ لِلْمُصَلِیْنَ الَّذیْنَ ھُمْ عَنَ صَلٰو تِھِمْ سَاھُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَاوْن۔ (24)

(تو ان نمازیوں کے ساتھ مسئلہ ہے جو اپنی نمازیں بھول جاتے ہیں اور جو دکھاوا کرتے ہیں۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب الحزن (غم کے گڑھے) سے خدا کی پناہ مانگو۔" لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب الحزن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا و جہنم کا ایک غار ہے، جو ریاکار عالموں کے لیے بنایا گیا ہے۔ان آیات و احادیث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ریاکاری ایک لعنت ہے اور ریاکار عالموں کے لیے جہنم میں ایک غار (جب الحزن) ہے جو ریاکاروں کا ٹھکانہ ہے۔ ریاکاری سے بچنا چاہیے۔

حسد کی مذمت:

حسد، اسلام میں بھی حسد کی ممانعت آئی ہے اور امام غزالیؒ بھی حسد کی مذمت میں بیان کرتے ہیں کہ حسد بھی کینہ کے نتائج میں سے ہے کینہ، غصے کے نتائج میں سے ہے کیونکہ حسد، غصے کی فرع کا ترنع ہے اور غضب (غصہ) اس کی اصل پہنچان ہے، پھر حسد کی کچھ مذموم فروعات ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ (25)

حسد کی مذمت میں بہت سی احادیث مبارکہ ہیں۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

لْحَسَدُ یَاکُل الْحَسَنَاتِ کَماَ تَا کُلُ النَّارُ الْحَطَبِ۔ (26)

(حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلاتی ہے۔)

مزید ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لاَ تَحا سَدُوْا وَلاَ تَقَا طَعُوْا وَلاَ بَتاَغَضُوْا وَلاَ تَدَابَرُوْوَکُوْنُوْعِبَادَالله اِخْوَاناً۔ (27)

(ایک دوسرے سے حسد نہ کرو ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو ایک دوسرے سے دشمنی نہ رکھو اور ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔)

مزید ارشاد فرمایا:

ثَلاَثٌ لاَیَنْحُوْمِنْھُنَّ اَحَدٌ الظَّنُّ والطِیْرَةُ وَالْحَمْدُ وَسْاحَدِتُکُمْ بِالْمَخرِجْ مِنْ ذَلِکَ اِذَاطَنَنْتَ فَلاَ تُحقِقُ وَاِذَاتَطَیَّرْتَ فَلیْضِ وَاِذَا حَسدْتَ فَلَا تَبْغِ۔ (28)

(تین باتیں ایسی ہیں جن سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا ان میں سے ایک بد گمانی ہے دوسری بد فالی اور تیسری بات حسد ہے اور میں عنقریب تمھیں ان سے نکلنے کا راستہ بتاؤں گا جب تم کسی بات کا گمان کرو تو اسے

حقیقت نہ سمجھو جب کوئی بُرا شگون سامنے آئے تو اپنا کام جاری رکھو اور جب حسد پیدا ہو تو خواہش نہ کرو۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

رَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الامم قَبْلِکُمْ الْحَمْدُ وَالْبَغْضَا ءُ وَالْبِغْضةُ هی الْحالِقَةلا اَقُوْلُ حَالِقهُ الشَّعرِوَلَکِنْ حَالِقَةُ الدِیْنِ والَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہ لاتَدْخُلُوْنَ الْجَنَّة حَتّی تُوْ اوَلَنْ تُوْ مِنُو حَتّی تَحَابُو االَاَ اِپنَبّئُکُمْ بِمَا یبُتُ ذٰلِکَ لَکُمْ اَفْشُواالسَّلاَمَ بَیْنَکُمْ۔ (29)

(پہلی امتوں کی بیماریاں تم میں سرایت کر گئی ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان نہ لے آؤ، اور تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہ لاؤ۔ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ سنو! کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو اس بات کو ثابت اور ثابت کرے؟)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَ تبطهرُ التَّسمَاتة فَیْعَافیه الله ُ وَیَبْتَلِکَ۔ (30)

(اپنے (مسلمان) بھائی کی برائی نہ چاہو ورنہ اللہ تعالیٰ اسے اس سے بچالے گا اور تمھیں اس میں مبتلا کر دے گا۔)

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حسد ایک لعنت ہے کیونکہ حسد نیکیوں لکڑی کی طرح جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، حسد سے بچنا چاہیے علم و عمل کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کی بُرائی، چغل خوری اور بد گمانی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ معاشرتی برائیاں ہیں اور معاشرے میں انتشار کا باعث بنتی ہے۔

امام غزالیؒ نے مذہب اور تلاش حق پر بہت تحقیق کی اور صداقت کی تلاش میں ہر وقت سر گرداں رہے۔ امام غزالیؒ ہر چیز کی تہہ تک پہنچنا چاہتے تھے ان کے قلب کو سکون نصیب نہیں ہوتا تھا، کیااس لیے آپ نے دنیاوی عہدہ جات کو ٹھکرا دیااور درویش منش شخص جیسی زندگی اختیار کی۔آپ نے معاشرے کی تشکیل میں استحکام میں اہم کردار ادا کیا اور اہم نظریات پیش کیے جو اسلام کے مطابق ہیں۔

سیاسی نظریات:

امام غزالیؒ مسلم مفکرین میں وہ پہلے مفکر ہیں جنھوں نے سیاست جیسے اہم ترین مضمون کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ آپ نے سیاست کے علم کو دینی علم قرار دیا۔ آپ نے عزم کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ پہلی قسم ان علوم کی ہے جو دین سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً علم الاخلاق، علم النفس اور سیاسیات وغیرہ جبکہ دوسری قسم کا دین سے کوئی تعلق نہیں جیسے ریاضی منطق اور طبیعات وغیرہ۔

نظریہ مملکت(Theory of State):

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان فطرتاً تنہا زندگی بسر نہیں کر سکتا، وہ اجتماعی زندگی کا محتاج ہے اور ہمیشہ سے انسان کی خواہش رہی ہے کہ اس کا کوئی ہم جنس اس کے ساتھ رہے۔

امام غزالیؒ انسانی اجتماع کی دو وجوہات بیان کرتے ہیں:

ا۔ بقائے انسانی جو عورت اور مرد کے باہمی اختلاط کے بغیر ممکن نہیں۔

۲۔ اسباب زندگی کی تلاش و فراہمی اور تربیت نسل انسانی ۔ (31)

جب لوگ معاشرت اختیار کرتے ہیں تو باہمی طور پر ان میں نزاع کا ہونا فطری بات ہے ۔ باہمی چپقلش پر قابو پانے کے لیے مختلف فنون اور ادارے معرض وجود میں آئے مثلاً فن پیمائش ، فن سپاگری ، اسی طرح پنچائیت اور حکومت کی ابتداء ۔ حکومت بغیر قانون کے اپنا وجود پر قرار نہیں رکھ سکتی ۔ اسی طرح حکومت کے لیے ایک ضابطہ اخلاق تشکیل دیا گیا جیسے فقہ کا نام دیا گیا یعنی یہی وہ قانون شرع ہے جو معاملات اور معاشرت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ارتقائے مملکت (Origin of State):

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان مدنی الطبع ہے سب سے پہلے اس کے کنبے اور خاندان وجود میں آئے ، جب فرد کی تمام ضروریات کنبہ یا خاندان میں پوری نہ ہوئیں تو انسان کے اندر ان خیالات نے جنم لیا وہ تنہا ضروریات زندگی فراہم نہیں کر سکتا ، اس مقصد کے لیے دوسرں کا محتاج ہے چنانچہ احساس ضرورت کے تحت مختلف افراد و خاندان باہم جمع ہوئے اور مختلف دست کاریوں اور پیشوں کے حامل لوگوں نے ایک دوسرے سے تعاون شروع کیا اس طرح ایک معاشرہ تشکیل پایا۔ انسانوں نے صنعت و زراعت میں ترقی حاصل کی تو شہر وجود میں آگئے اور معاشرتی تنظیم کا تصور مضبوط ہو گیا۔ لوگوں نے باہمی لین دین کی بنیاد ڈالی۔ باہمی تعلقات میں تنازعات نے سر اٹھایا تو ان جھگڑوں کے لیے اصول و ضوابط کو فقہ کہا جاتا ہے۔

قوت نافذہ کی ضرورت (Necessity of Implementing Power):

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ باہمی تنازعات کے حل کے لیے تشکیل شدہ ضوابط کو تمام لوگوں پر لاگو کرنے کے لیے ایک قوت نافذہ کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ امام غزالیؒ کے نزدیک قانون اس وقت تک کوئی اہمیت حاصل نہیں کر سکتا جب تک اس قانون کو نافذ کرنے والی قوت موجود نہ ہو ۔ اسی ضرورت کے تحت مملکت تشکیل دی گئی اور قوت نافذ کے حامل کو مقصد اعلیٰ کہا گیا۔

مملکت کی ضرورت و اہمیت (Essentials and Importance of State):

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کی فطرت نیکی پر قائم ہے اور اسے مہذب اور پر امن زندگی گزارنے پر قائل کراتی ہے ۔ انسان تہذیب اور امن کے حصول کے لیے مملکت پر انحصار کرتا ہے ۔ انسان معاشرت کے بغیر سکون واطمینان حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر انسان مملکت یا معاشرت کو چھوڑ کر تنہا رہنا شروع کر دے تو اسے کبھی موسی تغیرات پریشان کریں گے کبھی اسے جان کا خطرہ لاحق رہے گا کبھی مال چھن جانے کا خوف اس پر مسلط ہو گا تو کبھی عزت کے بارے میں فکر مند ہو گا ان سب مسائل سے چھٹکارے کے لیے امام غزالیؒ انسان کو معاشرے کا محتاج قرار دیتے ہیں ۔

نظریہ امامت (خلافت) (Theory of Imamet):

امام غزالیؒ دین و سیاست کی یکجائی کے قائل ہیں ۔ غزالی امام کو زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب قرار دیتے ہیں اور اس کی حکومت کو امامت کا نام دیتے ہیں ۔

امام غزالیؒ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پیش کرتے ہیں:

دین اور حکومت دو جڑواں بچے ہیں۔

دین کسی ملک کی بنیاد ہوتاہے اور حکومت اس بنیاد کی نگہبان اور محافظ ہوتی ہے۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ دین کی پختگی کے لیے دیناوی مہارت پر عبور حاصل ہونا ضروری ہے۔ (32)

امام کی صفات (Characteristics of Imam):

امام غزالیؒ نے ریاست یا مملکت کو خلافت یا امامت اور اسی ریاست کے سربراہ کو امام کا نام دیا ہے۔امام غزالیؒ نے اپنی کتاب تبرا المسبکوک میں امام کی درج ذیل صفات بیان فرمائی ہیں۔ (33)

- عاقل، بالغ مرد اوردور اندیش ہو۔
- دینی و دنیاوی علوم میں مہارت رکھتا ہو۔
- حالات حاضرہ پر مکمل عبور رکھتا ہو۔
- اسلامی روایات پر کار بند ہو۔
- رحم دلی کے جذبے سے سر شار ہو۔
- سخی ہو۔
- خوش گفتار ہو۔
- علماء فضلا اور ماہرین کے مشورے لینے والا ہو۔
- سیاسی تکلم اور سفارت کاری سے واقف ہو۔
- اعلیٰ ترین قوت ارادی کا حامل ہو۔
- جہادی قوت و ہمت کا جذبہ رکھتا ہو۔
- مدبر ہو اور خوف خدا رکھتا ہو۔
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کار بند ہو۔
- عدل و انصاف اور مساوات انسانی کا قائل ہو۔
- عورت کے زیر اثر نہ ہو۔
- تحفظ دین و ریاست کے لیے ہمہ۔

خلیفہ کے معمولات:

امام غزالیؒ نے امام وقت کو بہت قیمتی قرار دیا ہے اور اس کے وقت کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

- پہلا حصہ: برائے عبادت خدا

- دوسرا حصہ : امور سلطنت کی انجام دہی
- تیسرا حصہ : برائے امور مشاورت
- چوتھا حصہ : ذاتی آرام و تفریح

نظریہ سلطان (Theory of Sultan):

دور بنو عباس کے آخر میں مختلف بغاوتوں کے نتیجے میں مملکت اسلامیہ کے اندر کئی خود سر حکمرانوں نے اپنا حلقہ اقتدار مضبوط کر لیا تھا چنانچہ حکومت بنو عباس ان کی سرکشی سے نبرد آزما ہونے کی مکمل صلاحیت نہ رکھتی تھی۔ اس لیے عباسیوں نے ان کی عملداری کو تسلیم کر لیا اور انہیں سلطان کا لقب دیا۔ امام غزالیؒ کے نزدیک جو لوگ طاقت کے بل بوتے پر کسی مملکت کے کسی خاص حصہ پر قابض ہو جائیں، سلطان کہلاتے ہیں، امام غزالیؒ سلطان کو مکمل بادشاہ قرار نہیں دیتا بلکہ اس کو عمال حکومت میں شامل کرتا ہے۔ (34)

عہدہ سلطان کا جواز:

امام غزالیؒ نے سلطان کے عہدہ کو مصلحتاً جائز قرار دیا ہے، عباسی حکمرانی کی کمزوری کی بدولت امام غزالیؒ اور الماوردی کو سلطان کا جواز دینا پڑا، امام غزالیؒ سلطان کے جواز کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر سلطان کے جواز کو تسلیم نہ کیا جائے، تو قوت کا مالک سلطان بغاوت کر سکتا ہے اور حکومت مجموعی طور پر کمزور ہو سکتی ہے۔

اطاعت سلطان کی اہمیت:

امام غزالیؒ اطاعت سلطان کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ سلطان کی اطاعت کے بارے میں وہ ایک حدیث نبوی ﷺ کا حوالہ دیتے ہیں۔

اگر تم پر حبشی غلام بھی حکمران بن جائے تو اس کی اطاعت کرو اور اس کا حکم مانو۔ (35)

سلطان کے اوصاف:

- عاقل و بالغ ہو۔
- معاملہ فہم اور زیرک ہو۔
- صاحب علم اور علم دوست شخصیت کا مالک ہو۔
- مدبر اور اعلیٰ قسم کا منتظم ہو۔

نظریہ انصاف (Theory of Justice):

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ریاست اور معاشرت کی ترقی میں عدل و انصاف کو بہت اہمیت حاصل ہے وہ کہتے ہیں کہ قیام عدل خلیفہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ دنیا میں خدا کا نائب بننے کے لیے ضروری ہے کہ حکمران انصاف کرے اور معاشرہ میں مظلوموں کی داد رسی کرے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ قیام عدل وانصاف کے ضمن میں خلیفہ کی ذاتی پسند و ناپسند اور انفرادی خواہشات کی کوئی اہمیت نہیں، خلیفہ کو ذاتی طور پر بھی

اپنے آپ کو قانون سے بالا تر نہیں سمجھنا چاہیے۔

امام غزالیؒ نے عادل بادشاہ کے بارے میں حدیث نبوی ﷺ کا حوالہ دیا ہے:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَدْلٌ۔ (36)

(قیامت کے دن اللہ تعالی سات شخصوں کو اپنے زیر سایہ رکھے گا جن میں پہلا شخص عادل بادشاہ ہو گا۔)

عدل و انصاف کے اصول (Principles of Justice):

امام غزالیؒ نے عدل وانصاف کے کچھ اصول بیان کیے ہیں:

۱۔ قانون پر عمل درآمد (Implementation of Law):

قانون کی نظر میں سب لوگ برابر ہوتے ہیں حالانکہ خلیفہ تک بھی قانون سے بالا تر نہیں ہوتا۔ انصاف کرتے وقت منصف کو خود بھی قانون سے بالا تر نہیں سمجھنا چاہیے اور اصول و ضوابط سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ (37)

۲۔ غیر جانبداری (Un Elignment):

جانبداری عدل و انصاف کے لیے زہر قاتل ہے۔ انصاف کرتے وقت صرف قانون کو مد نظر رکھنا چاہیے اور بڑی شخصیت کے رعب و دبدبہ میں نہیں آنا چاہیے۔

۳۔ فخر و غرور سے اجتناب (Preventation from Pride and Errogance):

منصف کو عہدہ قضا کے غرور میں نہیں پڑنا چاہیے بلکہ عاجزی اور عدل و انصاف کا حامل فیصلہ صادر کرنا چاہیے۔

۴۔ نرم گفتاری:

مدعی اور مدعا علیہ کے ساتھ قاضی کا رویہ میانہ روی پر مبنی ہونا چاہیے۔ منصف کو کسی کے ساتھ درست رویہ نہیں رکھنا چاہیے۔

۵۔ تعصب سے مبرا:

انصاف اندھا ہوتا ہے، وہ مسلم و غیر مسلم، امیر وغریب اور رنگ و نسل ان سب آلائشوں سے پاک ہوتا ہے۔ منصف اس قسم کے تمام تعصبات سے آزاد ہوتا ہے۔

۶۔ ماتحت عملہ کا احتساب (Accountability of Subordinates):

منصف، قاضی یا خلیفہ کو اپنے ماتحت عملہ کی نگرانی کرنی چاہیے تاکہ ماتحت منکرین کا شکار نہ ہو جائے۔

۷۔ فوری انصاف کی فراہمی:

خلیفہ اور منصف کا ایک بڑا فرض یہ بھی ہے کہ انصاف کی فراہمی میں دیر نہ ہونے دے بلکہ مظلوم کو جلد انصاف ملے تاکہ اس کا عدالتوں پر اعتماد بحال رہے۔

۸۔مظلوم کی داد رسی :

خلیفہ اور منصف کو مظلوم کی ہر فریاد کو فوری سننا چاہیے اور مظلوم کی دائر درخواست پر بلا امتیاز انصاف پر مبنی فیصلہ کرنا چاہیے۔

خلاصہ:

لہٰذا اسلام کسی شخص کو صرف ذاتی خوبیوں کے لیے تیار نہیں کرتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی پوری جماعت کو نیکی کا نمونہ بنایا جائے۔ ایسی جماعت نہ بنو جس کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت نہ ہو اور ایک دوسرے سے تعلق نہ ہو وہ مل کر کوئی بھلائی نہیں پھیلا سکتا اور نہ ہی دوسروں کے لیے نیکی کی مثال بن سکتا ہے۔اسی لیے اسلام پہلے ان تمام تعلقات کو مضبوط کرتا ہے جو خونی رشتے کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں لیکن اس رشتے کی مضبوطی کے لیے وہ خون،نسل اور خاندان کا واسطہ دینے کے بدلے اللہ کی رضا اور اس کے فرمان کی تعمیل کو بنیاد بناتا ہے۔مثلاً ارکان اسلام کی پابندی، ماں باپ کی خدمت ،اولاد کی تربیت ،میاں بیوی کے حقوق، رشتےداروں کے تعلقات ان سب کو وہ اللہ کی خوشنودی کا سبب بناتا ہے اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر ان حقوق کو ادا کرنے پر زور دیتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ الغزالی، امام، احیاء العلوم الدین، بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ص:۲۶۹

2۔ ایضاً، ص: ۲۷۲

3۔ الغزالیؒ، امام، تبلیغ دین، کراچی: ادارۃ المعارف، ۲۰۰۳ء، ص: ۱۸

4۔ پارہ نمبر ۱۰، آیت نمبر ۳۴

5۔ احیاء العلوم الدین، ص: ۳۸۱

6۔ احیاء العلوم الدین،ص: ۴۴۳

7۔ ایضاً

8۔ غزالیؒ، امام، احیاء العلوم الدین، ج:۱،ص: ٦٤٦

9۔ کیمیائے سعادت، ص: ۱۵۱

10۔ الزمر:۱۰

11۔ احیاء العلوم الدین، ج:۱،ص: ۳۰۷

12۔ مجلسی، محمد تقی، روضۃ المتقین،بنیاد فرہنگ اسلامی، س ن، ج: ۳، ص: ۲۲۵

13۔ صحیح البخاری،کتاب الصوم،باب وجوب رمضان،۱۸۹۱

14۔ کیمیائے سعادت، ص:۱۶۴

15۔ الحشر:۰۹

16۔ الحج :۴۱

17۔ امام غزالی، کیمیائے سعادت،لاہور: پروگریسیو بکس، ۲۰۰۶ء ص: ۴۸۲

18۔ الحج :۴۱

19۔ احیاء العلوم الدین، ج:۲،ص: ۶۰۰

20۔ کیمیائے سعادت،ص:۵۶

21۔ لقمان:۱۳

22۔ الاخلاص:۳،۲،۱

23۔ الکھف:۱۱۰

24۔ الماعون:۷،۶،۵،۴

25۔ کیمیائے سعادت، ص: ۴۸۲

26۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد،حدیث نمبر ۳۲۰

27۔ الجامع الصحیح البخاري،باب ماینھی عن التحاسد ۃالتدابر،حدیث نمبر: ۶۰۶۴

28۔ علی متقی بن حسام الدین برھان،علامہ، کنز الاعمال، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ،ص:۳۴۵

29۔ الشیبانی،احمد بن حنبل، ابو عبداللہ، امام، مسند احمد بن حنبل، اُردون: بیت الافکار، حدیث: ۱۶۵۸

30۔ زکی الدین عبد العظیم منذری، امام،الترغیب و الترھیب،کتاب الحدود، بیروت: دارالفکر،۱۴۲۰ھ ،ج:۳،رقم الحدیث:۳۱۰

31۔ احیاء العلوم الدین، ج:۲،ص: ۵۶۹

32۔ غزالیؒ، امام، مترجم: محمد سعید احمد، منہاج العابدین، ص: ۴۸۲

33۔ احیاء العلوم الدین، ج:۲،ص: ۱۲۱۳

34۔ احیاء العلوم الدین، ج:۲،ص: ۱۲۶۸

35۔ احیاء العلوم الدین، ج:۲،ص: ۱۱۱۴

36۔ الجامع الصحیح البخاری، باب الصدقۃ بالیمین،رقم الحدیث: ۱۴۲۳

37۔ کیمیائے سعادت، ص: ۲۴۹